سوال

(182) دارالحرب میں سودلینا جائز ہے یانہیں ؟

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دارالحرب میں سودلینا جائز ہے یانہیں ؟ب۔ہندوستان دارالحرب ہے یادارالسلام ؟

مروجہ دلالی اور آڑھت کی شرعی حیثیت

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
الحمدللہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

سود دینا مسلمان موحد کےلئے ہر جگہ حرام ہے خواہ درالاسلام ہویا دارالحرب۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ا لَّذِينَ يَأْكُلُونَ لرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ لَّذِي يَتَخَبَّطُهُ لشَّيْطَٰنُ مِنَ لْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوٓاْ إِنَّمَا لْبَيْعُ مِثْلُ لرِّبَوٰاْ وَأَحَلَّ للَّهُ لْبَيْعَ وَحَرَّمَ لرِّبَوٰاْ (بقرہ پ3ع38)

جولوگ سود کھاتے ہیں وہ (اپنی قبروںسے) اس طرح سے اٹھیں گے جیسے وہ شخص اٹھتا ہے جس کو آسیب نے لپٹ کر دیوانہ بنادیا ہویہ اس لئ کہ وہ کہا کرتے تھے ہ کسی چیز کا بیچنا بھی سود کی طرح ہے۔حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔اور فرمایا! يَٰٓأَيُّهَا لَّذِينَ ءَامَنُواْ تَّقُواْ للَّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ لرِّبَوٰٓاْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ٢٧٨ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ للَّهِ وَرَسُولِهِ

(بقرہ پ3ع38) اے ایمان والواللہ سے ڈرو اور جو سود لوگوں کے زمہ باقی رہ گیا ہے۔اس کو چھوڑدو اگر تم ایمان دار ہو۔اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور رسول سے جنگ کیلئے آمادہ ہوجائو۔

يَٰٓأَيُّهَا لَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَأْكُلُواْ لرِّبَوٰٓاْ أَضْعَٰفًا مُّضَٰعَفَةً وَ تَّقُواْ للَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ١٣٠

(آل عمران پ4ع14)

اے ایمان والو سود در سود دگنا چوگنا مت کھائو اور اللہ سے ڈرو تاک تم اپنی مراد کو پہنچو۔

یہ تینوں آیات کریمہ مطلق اور عام ہیں کسی خاص جگہ کےلئے مخصوص نہیں ہیں لہذا ہر جگہ سودلینا دینا حرام ہے۔خواہ دارالحرب ہویا دارالاسام ہو۔نبی ﷺ کی حدیثوں سے بھی تعمیم معلوم ہوتی ہے۔اور بعض الناس جو دارالحرب میں سود لینے کے جواز میں حدیث لاربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب پیش کرتے ہیں وہ صحیح متصل نہیں ہے مزید تفصیل درایہ فی

تخریج احادیث الہدایہ میں ہے لہذا نصوص قرآنیہ قطعیہ کے مقابل حدی ظنی ضعیف مرسل کیسی طرح قابل حجت نہیں ہے جیسا نورالانوار حسامی اور توضیح تلویح وغیرہ میں اس کی تشریح موجود ہے کہ خبر واحد ظنی اور پھر ضعیف مرسل سے کتاب اللہ تخصیص نہیں کر سکتے۔

ب۔ فقہا حنفیہ کے نزدیک دارلاسلام کی یہ تعریف ہے کہ جس جگہ آزادی سے قرآن مجید کی تلاوت اور وعظ و نصیحت کر سکتے ہوں پنج وقتی نماز کی نماز وغیرہ ادکر سکتے ہوں۔ چنانچہ تنویر الابصار اوالدر المختار وفصول عمادی وطحاوی وغیر میں ہے کہتصیر دار الحرب دارالاسلام باجراء احکام الاسلام کجمعۃ وعید اسلامی احکام نماز جمعہ و عید وغیریہ کے جاری کرنے سے دارالسلام ہوجاتا ہے ہندوستان میں پانچوں نمازیں،جماعت سے اور جمعہ و عید کی نامز اسلامی شان سے مسلمان ادا کرتے ہیں وعظ و نصیحت بھی کرتے ہس اور قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے ہیں آپ ہی فیصلہ کرلیں کہ ہندوستان کیا ہے۔

از۔ علامہ عزیزبیدی۔ واربرٹن

مروجہ دلالی اور آڑھت کی شرعی حیثیت

ایک استفتاء اوراس کا جواب

1۔ دلالی۔ جہانیاں سے مولانا عبدالسلام اور مولنا حافظ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں کہ 1۔ ہر ملک میں جو دلالی کا جو نظام رائج ہے۔ با اجرت یا بلا اجرت وہ شرعا جائز ہے یا نہیں؟

2۔ کیا آڑھتی بھی اس ضمن میں آتے ہیں یا نہیں؟ (مختصرا)

الجواب

احناف کیا خیال ہے کہ لوگ اس کے ضرورت مند ہیں۔ لہذا جائز ہے اجرت پر ہو تو وہ متعین ہونے چاہیے۔ حدیث سئل عن محمد بن سلمة عنا جرة السمسار فقال اوجوانہ لا باس بھوان کمان فی الاصل فلاسد لکمثرة التعامل وکثیر من ہذا غیر جائز نجوذ لحاجۃالناسایلیہ کدخول الحمام (ردالمختارج 5ص 53)

اگر فقہاء کا یہ اصول تسلیم کرلیا جائے توس پھر دور حاضر میں شاید ہی کوئی بات ممنوع رہ جائے کیونکہ اکثر منہیات عام بھی ہیں اور لوگ ان ک ضرورت مند بھی جیسے سودی کاروبار۔

امام نووی نے حضرت امام بو حنیفہ کا جو قول نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے لوگوں ی ضروت نہیں بلکہ اصل جزبہ الدین نصیحہ ہے۔ اجرت پر ہویا بلا اجرت

حدیث وقال عطاء ومجاہد والبوحنیفة یجوذ بیع الحاضر للبادي مطلقا لحدیث الدین النصیحۃ (شرح مسلم ص 4/6 کتاب البیوع)

اگر دلالی بلامعاوضہ ہو تو امام بخاری کے نزدیک بھی جائز ہے کیونکہ یہ بات الدین نصیحہ کے تحت آجاتی ہے۔ حدیث

امام بخاری کی تبویب سے بھی اس کی تایند ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لیکھتے ہیں۔

حدیث لاشلاہل یبیع حاضر لباد بغیرا جوہی یعینہ او ینصعہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا شتنتصع احدکم اخاہ فلینصع لہدرخص فیہ عطاء (بخاري کمتاب البیوع ج 1ص 289)

لیکن کتاب لاجارۃ باب اجراالسمسرہ صفحہ جلد1۔ 303 میں دلالی کی اجرت کو جازئ قرار دیا ہے۔ حدیث قال ولم یرا ابن سیرین وعطاء وابراہیم والحن باجرالسمار باسالخ

معلوم ہوتاکہ امام بخاری کے نزدیک یہ معروف جعل ہے وہ دلالی نہیں جولا یبیع حاضر لا لباد میں ہے اصل میں یہ ای تنکلیف ہے جو عموم حدیث کے خلاف ہے۔ شوافع کا نظریہ ہ کہ عام

ضرورت کی شے کوئی اجنبی دیہاتی لے کر آتا ہے شہری اسے کہتا ہے کہ اسے میرے پاس چھوڑ جائیں بتدریج اسے گراں قیمت پر بیچ کر دوں گا۔ حدیث قال اصحابنا والمراد بہ ان یقدم غریب من البادیۃ بمتاع تعم الحاجۃ الیہ لیبیعہ بسعر یومہ فیقول لہ البلدي اترکہ عندي لا بیعہ علی التدریج باغلی (نووي شرح مسلم ص 4/6)

صحیح یہ کہ بطور پیشہ جیسا کچھ یہ نظام دلالی رائج ہوگیا ہے جائز نہیں ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ لا یبیع حاضر لا لباد (مسلم بخاری)

کوئی شہری دیہاتی کیلئے دلالی نہ کرے۔

حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ حاضر لباد کا کیا مطلب ہے۔؟

فرمایا! اس کی دلالی نہ کرے۔

حدیث فقلت لابن عباس ماقولہ حماضر لباد؟ قال لایکن لہ سمارا (مسلم ص 4/4، بخاري ج 1 ص 303)

امام بخاری اور دوسرے جن آئمہ کے نزدیک اس سے مراد بہ اجرت دلالی ہے ان کی دلیل وہ روایت ہے جس کے آخر میں آیا ہے کہ الایہ کہ کوئی خیر خواہی کے جزبہ سے کرے۔

گو علی الانفرادیہ روایات متکلمفیہ ہیں تاہم بالکلیہ بیکار بھی نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود اس سے دلالی مرادلینا محل نظر ہے صرف یہ کہ وہ اسے مناسب معلومات مہیا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اس کا قرینہ وہ رعایت ہے جس میں آیا ہے کہ گو وہ باپ یا بھائی کیوں نہ ہو۔

حدیث وان کان اباہ او اخاہ (ابوداودونسائی) وان کان اخاہ لابیہ وامہ (بخاري و مسلم عن انس)

ظاہر ہے کہ اگر باپ یا بھائی یا ماں باپ کی طرف سے سگا بھائی ہو تو وہاں معاوضہ کی بتا تو نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود رمایا اس کی دلالی نہ کی جائے۔

محرک۔

اس کی اصلی وجہ خود حدیث میں مذکور ہے کہ اجارہ دار کا خاتمہ ہو وآزادانہ خرید وفروخت ہوتاکہ خلق خدا کو آسانی سے روزی میسر ہو۔

حدیث لا یبیع حاضر لباد دعواالناس یرزق اللہ بعضھم من بعض (مسلم 6/4)

اگر صاحب مال اپنا مال لے کر خود گاہک سے معامہ کرے تو بھاؤ اور نرخ میں جو گرانی راہ پاجاتی ہے اس کا یقیناً سدباب ہوجائے۔

وذلک یتضمن الضرو فی حق الحاضین فانہ لم ترک البادي لکن عادۃ باعہ وخیصا (حاشیہ نسائی)

جب ہر دیہاتی اپنے اپنے گھروں میں گندم باغ اور وسرامال کو دبیچ سکتا ہے تو ہر میں جاکران کو کیا ہوجاتا ہے زیادہ سے زیادہ چند دن کی نا تجربہ کاری ہے اور وہ خود گھروں میں بھی برداشت کرلی جاتی ہے

دوسرا اس کا سبب نجش ہے وہ سچ مچ مسابقت کا نتیجہ ہو یا صرف فریب کا بہرحال یہ دونوں دلالی کی زمین سے ابھرتے ہیں اسلئے آپ ﷺ نے اس سے بھی روکا ہے فرمایا!

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن النجش (مسلم صفحہ 3-4، بخاری صفحہ 1-287)

نجش کے معنی بدنیتی پر مبنی بولی دینا بھی مرادلی جائے تو بھی دوسری حدیث سے اس مسابقت اور بڑھ چڑھ کر بولی دینے سے منع آگئی ہے گو وہ صرف لینے کے ارادہ سے بھی ہو فرمایا۔

لایبیع بعضکم علیبیع اخیہ حتی یبتاع اویزر (نسائی ص 3۔215)

ہمارا نقطہ نظریہ ہے کہ اگر دلالی کی درد سرید رمیان سے نکل جائے تو یقینا اشیاء اس قدر گراں نہ ہوں۔ ہاں بعض استثنائی صوتوں میں جبکہ اس سے غتفض خصوصی اعانت ہو تو اس کی ئے کوئی شخص بولی پر بولی بھی دے سکتا ہے اور کوئی اس کی دلالی بھی کر سکتا ہے کیونکہ یہاں مقصد کاروبار نہیں اعانت ہے وایں چیزے دیگرے۔

عن جابر بنعبداللہ ان رجلا اعتق غلاماہ عنوبر فاتاج فاخذہ النبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال من یشتریہ من فاشتراہ نعیم بن عبداللہ بکذاوکذافدفعہ الیہ (بخاري ص 287)

حم بہر حال اس سسٹم کے قطعا خلاف ہیں اور مندرجہ بالا احادیث سے ہمیں یہی بات قرین حکمت نظر آتی ہے کہ خرید و فروخت کے سلسلے میں جو دلالی راہ پاگئی ہے وہ اثمھا اکبر من نفعھما کے قبیل کی چیز ہے خود صحابہ کا یہ تاثر ہے کہ حضورﷺ نے سمسار کے نام کو بدل دیا تھا کیوں کہ اسے نیک شہرت حاصل نہیں ہے۔

آڑھتی

آڑھتی اگر اجناس خود خریدتا اور آگے بیچتاہ تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہاں اگر دلالی کا پیشہ بھی اختیار کرتا ہے تو یہ صرت صرف اسی حدتک ناجائز ہے خواہ وہ کمشن کے نام پر لیں یا چونگی کے نام پر سب دلالی ہے۔

دونوں صوتوں میں ہمارے بعض اہل حدیث علماء کے نزدیک یہ دلالی جائز ہے (فتاوی ثنائیہ)

مولانا شرف الدین نے بعض صوتوں میں ان سے اختلاف کیا ہے باقی جماعت اسلامی مولنا سید ابوالاعلی مودودی کے نزدیگک بھی دلالی کی کسی حدتک گنجائش ہے۔ مگر تسامح سے خالی نہیں ہے۔ حضرت امام شوکانی کے نزدیک دلالی شرعا ممنوع ہے خواہ اس کی کوئی صرت ہو۔

پھر اسی سلسلے کی تخصیصات کا رد کرتے ہوئے امام ابن دقیق العبد کا قول نقل کر کے تفصیل سے جواب دیا ہے۔

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 14 ص 182-186

محدث فتویٰ